مئی 2022

ماہنامہ

سبقِ پھر پڑھ

لاہور

بیاد

بابائے خلافت، چودھری رحمت علی مرحوم رحمۃ اللہ علیہ

مدیرِ مسئول

ال عمران چوہدری

دارالسّلام

تمام مسلم ممالک کو ملا کر کُرّہ ارض پر معرضِ وجود
میں آنے والی عظیم تر اسلامی مملکتِ واحدہ کا نام

لٹریچر دستیاب ہے (بالکل فری)

آپ اپنی تعلیم، پتہ اور دنیا میں دینِ حق کو سر بلند کرنے میں آپ کی تڑپ کے متعلق ایک مختصر جملہ بھیج کر درج ذیل لٹریچر مفت حاصل کر سکتے ہیں۔ خرچہ ڈاک بھی بذمہ ادارہ ہوگا۔

نام	صفحات
1- اسلام پر کیا گزری	16
2- نظامِ خلافت ہی کیوں؟	16
3- ہماری سمت درست نہیں	16
4- خلافت، فیوض و برکات	08
5- ہمارا تعارف اور ہدف	04

نوٹ:

1- ان پمفلٹس کا صرف ایک سیٹ منگوا سکتے ہیں۔

2- پتہ صاف ستھرا اور واضح لکھیں تاکہ ڈاک کا مسئلہ نہ ہو۔

3- خود بغور پڑھیں اور آگے کسی دوسرے کے حوالے کریں۔

4- طلبا و طالبات کو ترجیح دی جائے گی۔

ملنے کا پتہ: دارالسلام (4 - B / 29) واپڈا ٹاؤن لاہور موبائل: 0300 - 8425428

منزل سے آگے بڑھ کر منزل تلاش کر
مل جائے تجھ کو دریا تو سمندر تلاش کر
سجدوں سے تیرے کیا ہوا صدیاں گزر گئیں
دنیا تیری بدل دے وہ سجدہ تلاش کر

سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

بَلِّغۡ

مَآ اُنۡزِلَ اِلَیۡكَ مِنۡ رَّبِّكَ

مُدیر

چودھری رحمت علی مرحوم بابائے خلافت

نوٹ

1۔ عطیات وواجبات بینک الحبیب لمیٹڈ کی برانچ واپڈا ٹاؤن، لاہور کے اکاؤنٹ نمبر 4-01-101 0040-0081-000 میں جمع کروائیں۔

2۔ ''سبق پھر پڑھ'' کی مطلوبہ کاپیاں خرید کر آپ اپنے ہاں مفت یا قیمتاً تقسیم کر کے اشاعتِ دین کے فرضِ منصبی سے عہدہ براء ہو سکتے ہیں۔

3۔ ادارہ کا مضمون نگار سے کلی طور پر اتفاق ضروری نہیں۔

زرِ تعاون

فی شمارہ :-/30 روپے
سالانہ :-/300 روپے

بیرونِ پاکستان منگوانے کے خواہشمند حضرات علیحدہ رابطہ کریں۔

اے اللہ! ہمیں وہی کام کرنے کی توفیق عطا فرما جو مسلمانانِ عالم کو دنیا میں بالا کر دیں، جو تیرے دین کو غالب کر دیں

سبق پھر پڑھ

ماہنامہ لاہور۔ پاکستان

جلد:30 شمارہ:05 شوال المکرّم 1443ھ مئی 2022ء

اس شمارے میں

☆اسلام کے اصولِ حکمرانی.................04
☆کیا ہمارا آخرت پر یقین ہے.................17
☆اسلامی تہذیب کا انحطاط اور مغربیت کا فروغ!......24

مقامِ اشاعت

چودھری ال عمران پبلشر نے میٹرو پرنٹرز سے چھپوا کر دارالسلام واپڈا ٹاؤن، لاہور سے شائع کیا

CPL NO. 91

CPL NO. 91

اسلام کے اصولِ حکمرانی

ماخوذ......''خلافت وملوکیت''/مولانا سید ابولاعلی مودودیؒ

پچھلے باب میں قرآن مجید کی جو سیاسی تعلیمات بیان کی گئی ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کام انہی کو عملی جامہ پہنانا تھا۔آپ ﷺ کی رہنمائی میں ظہورِ اسلام کے ساتھ ہی جو مسلم معاشرہ وجود میں آیا اور پھر ہجرت کے بعد سیاسی طاقت حاصل کر کے جس ریاست کی شکل اس نے اختیار کی،اس کی بنیاد انہی تعلیمات پر رکھی گئی تھی۔اس نظامِ حکومت کی امتیازی خصوصیات جو اسے ہر دوسرے نظامِ حکومت سے متمیز کرتی ہیں حسب ذیل تھیں:

1۔قانون الٰہی کی بالاتری

اس ریاست کا اولین بنیادی قاعدہ یہ تھا کہ حاکمیت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے اور اہلِ ایمان کی حکومت دراصل ''خلافت'' ہے جسے مطلق العنانی کے ساتھ کام کرنے کا حق نہیں ہے بلکہ اس کو لازماً اس قانون الٰہی کے تحت رہ کر ہی کام کرنا چاہیے۔جس کا ماخذ اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت ہے۔قرآن مجید میں اس قاعدے کو جن آیات میں بیان کیا گیا ہے انہیں ہم پچھلے باب میں نقل کر چکے ہیں۔خاص طور پر آیاتِ ذیل اس معاملہ میں بالکل واضح ہیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے متعدد ارشادات میں اس اصل الاصول کو پوری صراحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے:

''تم پر لازم ہے کتاب اللہ کی پیروی۔جس چیز کو اس نے حلال کیا ہے اسے حلال کرو

اور جسے اس نے حرام کیا ہے اسے حرام کرو۔''

''اللہ تعالی نے کچھ فرائض مقرر کیے ہیں' انہیں ضائع نہ کرو۔ کچھ حرمتیں مقرر کی ہیں' انہیں نہ توڑو۔ کچھ حدود مقرر کی ہیں' ان سے تجاوز نہ کرو۔ اور کچھ چیزوں کے بارے میں سکوت فرمایا ہے بغیر اس کے کہ اسے نسیان لاحق ہوا ہو' ان کی کھوج میں نہ پڑو۔''

''جس نے کتاب اللہ کی پیروی کی۔ وہ نہ تو دنیا میں گمراہ ہوگا نہ آخرت میں بد بخت۔''

''میں نے تمہارے اندر دو چیزیں چھوڑی ہیں جنہیں اگر تم تھامے رہو تو کبھی گمراہ نہ ہو گے' اللہ کی کتاب اور اُس کے رسول ﷺ کی سنت۔''

''جس چیز کا میں نے تم کو حکم دیا ہے اسے اختیار کر لو اور جس چیز سے روکا ہے اُس سے رُک جاؤ۔''

2۔ عدل بین الناس

دوسرا قاعدہ جس پر اس ریاست کی بنا رکھی گئی تھی' یہ تھا کہ قرآن وسنت کا دیا ہوا قانون سب کے لئے یکساں ہے اور اس کو مملکت کے ادنی ترین آدمی سے لے کر مملکت کے سربراہ تک سب پر یکساں نافذ ہونا چاہیے۔ کسی کے لیے بھی اس میں امتیازی سلوک کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اعلان کرنے کی ہدایت فرماتا ہے کہ:

''اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ تمہارے درمیان عدل کروں۔'' (الشوریٰ:15)۔

یعنی میں بے لاگ انصاف پسندی اختیار کرنے پر مامور ہوں۔ میرا یہ کام نہیں ہے کہ کسی کے حق میں اور کسی کے خلاف تعصب برتوں۔ میرا سب انسانوں سے یکساں تعلق ہے اور وہ

ہے عدل وانصاف کا تعلق ۔حق جس کے ساتھ ہو میں اس کا ساتھی ہوں اور حق جس کے خلاف ہوں میں اُس کے مخالف ہوں۔ میرے دین میں کسی کے لیے بھی کوئی امتیاز نہیں ہے۔ اپنے اور غیر‘ بڑے اور چھوٹے‘ شریف اور کمین کے لئے الگ الگ حقوق نہیں ہیں۔ جو کچھ حق ہے وہ سب کے لئے حق ہے۔ جو گناہ ہے وہ سب کے لئے گناہ ہے۔ جو حرام ہے وہ سب کے لیے حرام ہے۔ جو حلال ہے وہ سب کے لئے حلال ہے اور جو فرض ہے وہ سب کے لئے فرض ہے میری اپنی ذات بھی قانونِ الٰہی کی اِس ہمہ گیری سے مستثنیٰ نہیں۔ نبی ﷺ خود اس قاعدے کو یوں بیان فرماتے ہیں:

’’تم سے پہلے جو امتیں گزری ہیں وہ اسی لئے تو تباہ ہوئیں کہ وہ لوگ کم درجے کے مجرموں کو قانون کے مطابق سزا دیتے تھے اور اونچے درجے والوں کو چھوڑ دیتے تھے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے‘ اگر محمد ﷺ کی اپنی بیٹی فاطمہؓ بھی چوری کرتی تو میں ضرور اس کا ہاتھ کاٹ دیتا۔‘‘

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

’’میں نے خود رسول اللہ ﷺ کو اپنی ذات سے بدلہ دیتے دیکھا ہے۔‘‘

3۔ مساوات بین المسلمین

اسی قاعدے کی فرع یہ تیسرا قاعدہ ہے جو اس ریاست کے مسلمات میں سے تھا کہ تمام مسلمانوں کے حقوق بلا لحاظِ رنگ و نسل و زبان و وطن بالکل برابر ہیں۔ کسی فرد‘ گروہ‘ طبقے یا نسل و قوم کو اس ریاست کے حدود میں نہ امتیازی حقوق حاصل ہو سکتے ہیں اور نہ کسی کی حیثیت کسی دوسرے کے مقابلے میں فروتر قرار پا سکتی ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”مومن تو ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔“(الحجرات:10)

”لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں قبیلوں اور قوموں میں تقسیم کیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔“(الحجرات:13)

”نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حسب ذیل ارشادات اس قاعدہ کی صراحت کرتے ہیں۔

”اللہ تمہاری صورتیں اور تمہارے مال نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دل اور تمہارے اعمال دیکھتا ہے۔“

”مسلمان بھائی بھائی ہیں کسی کو کسی پر فضیلت نہیں مگر تقویٰ کی بنا پر“

”لوگو! سن لو تمہارا رب ایک ہے۔ عربی کو عجمی پر یا عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں، نہ کالے کو گورے پر یا گورے کو کالے پر کوئی فضیلت ہے مگر تقوی کے لحاظ سے۔“

”جس نے شہادت دی کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہیں اور ہمارے قبیلے کی طرف رخ کیا اور ہماری طرح نماز پڑھی اور ہمارا ذبیحہ کھایا وہ مسلمان ہیں اس کے حقوق وہی ہیں جو مسلمان کے حقوق ہیں اور اس پر فرائض وہی ہیں جو مسلمان کے فرائض ہیں۔“

”مومنوں کے خون ایک دوسرے کے برابر ہیں وہ دوسروں کے مقابلے میں ایک ہیں اور ان کا ایک ادنیٰ آدمی بھی ان کی طرف سے ذمہ لے سکتا ہے۔“

”مسلمان پر جزیہ عائد نہیں کیا جا سکتا“

4۔ حکومت کی ذمہ داری وجواب دہی

چوتھا اہم قاعدہ جس پر یہ ریاست قائم ہوئی تھی یہ تھا کہ حکومت اور اس کے اختیارات

اور اموال اللہ اور مسلمانوں کی امانت ہیں جنہیں خداترس' ایمان دار اور عادل لوگوں کے سپرد کیا جانا چاہیے۔اس امانت میں کسی شخص کو من مانے طریقے پر یا نفسانی اغراض کے لیے تصرف کرنے کا حق نہیں ہے اور جن لوگوں کے سپرد یہ امانت ہو وہ اس کے لیے جواب دہ ہیں۔قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہل امانت کے سپرد کرو اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو۔اللہ تمہیں اچھی نصیحت کرتا ہے۔یقیناً اللہ سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے۔''(النساء:58)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''خبردار رہو' تم میں سے ہر ایک راعی ہے اور ہر ایک اپنی رعیت کے بارے میں جواب دہ ہے۔اور مسلمانوں کا سب سے بڑا سردار جو سب پر حکمران ہو وہ بھی راعی ہے اور اپنی رعیت کے بارے میں جواب دہ ہے''۔

''کوئی حکمران' جو مسلمانوں میں سے کسی رعیّت کے معاملات کا سربراہ ہو اگر اس حالت میں مرے کہ وہ ان کے ساتھ دھوکہ اور خیانت کرنے والا تھا تو اللہ اس پر جنت حرام کر دے گا۔''

''کوئی حاکم جو مسلمانوں کی حکومت کا کوئی منصب سنبھالے پھر اُس کی ذمہ داریاں ادا کرنے کے لیے جان نہ لڑائے اور خلوص کے ساتھ کام نہ کرے وہ مسلمانوں کے ساتھ جنت میں قطعاً نہ داخل ہو گا۔''

''(نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ذرؓ سے فرمایا) اے ابو ذر! تم کمزور آدمی ہو اور حکومت کا منصب ایک امانت ہے قیامت کے روز وہ رسوائی اور ندامت کا موجب ہو گا سوائے اُس شخص کے جو اس کے حق کا پورا پورا لحاظ کرے اور جو ذمہ داری اس پر عائد ہوتی ہے اسے ٹھیک

ٹھیک ادا کرے۔‘‘

’’کسی حاکم کا اپنی رعیت میں تجارت کرنا بدترین خیانت ہے۔‘‘

’’جو شخص ہماری حکومت کے کسی منصب پر ہو وہ اگر بیوی نہ رکھتا ہو تو شادی کرلے' اگر خادم نہ رکھتا ہو تو ایک خادم حاصل کرلے' اگر گھر نہ رکھتا ہو تو ایک گھر لے لے' اگر سواری نہ رکھتا ہو تو ایک سواری لے لے' اس سے آگے جو شخص قدم بڑھاتا ہے وہ خائن ہے یا چور۔‘‘

حضرت ابوبکر صدیقؓ فرماتے ہیں:

’’جو شخص حکمران ہو اس کو سب سے زیادہ بھاری حساب دینا ہوگا اور وہ سب سے زیادہ سخت عذاب کے خطرے میں مبتلا ہوگا اور جو حکمران نہ ہو اس کو ہلکا حساب دینا ہوگا اور اس کے لیے ہلکے عذاب کا خطرہ ہے' کیونکہ حکام کے لئے سب سے بڑھ کر اس بات کے مواقع ہیں کہ اُن کے ہاتھوں مسلمانوں پر ظلم ہو اور جو مسلمانوں پر ظلم کرے وہ اللہ سے غداری کرتا ہے۔‘‘

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

’’دریائے فرات کے کنارے ایک بکری کا بچہ بھی اگر ضائع ہو جائے تو مجھے ڈر لگتا ہے کہ اللہ مجھ سے باز پرس کرے گا۔‘‘

5۔ شوریٰ

اس ریاست کا پانچواں اہم قاعدہ یہ تھا کہ سربراہِ ریاست مسلمانوں کے مشورے اور ان کی رضامندی سے مقرر ہونا چاہیے اور اسے حکومت کا نظام بھی مشورے سے چلانا چاہیے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے:

’’اور مسلمانوں کے معاملات باہمی مشورے سے چلتے ہیں۔‘‘ (الشوریٰ:)

’’اوراے نبی ﷺ ان سے معاملات میں مشاورت کرو۔‘‘(آل عمران:159)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر آپ ﷺ کے بعد ہمیں کوئی ایسا معاملہ پیش آئے جس کے متعلق نہ قرآن میں کوئی حکم ہواور نہ آپ ﷺ سے ہم نے کچھ سنا ہوتو ہم کیا کریں؟ فرمایا:

’’اس معاملہ میں دین کی سمجھ رکھنے والے اور عابد لوگوں سے مشورہ کرواور کسی خاص شخص کی رائے پر فیصلہ نہ کرڈالو۔‘‘

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

’’جو شخص مسلمانوں کے مشورے کے بغیر اپنی یا کسی اور شخص کی امارت کے لیے دعوت دے تو تمہارے لیے حلال نہیں ہے کہ اسے قتل نہ کرو۔‘‘

ایک اور روایت میں حضرت عمر کا یہ قول نقل ہوا ہے:

’’مشورہ کے بغیر کوئی خلافت نہیں۔‘‘

6۔اطاعت فی المعروف

چھٹا قاعدہ جس پر یہ ریاست قائم کی گئی تھی ۔ یہ تھا کہ حکومت کی اطاعت صرف معروف میں واجب ہے معصیت میں کسی کو اطاعت کا حق نہیں پہنچتا۔ دوسرے الفاظ میں اس قاعدے کا مطلب یہ ہے کہ حکومت اور حکام کا صرف وہی حکم ان کے ماتحتوں اور رعیّت کے لئے واجب الاطاعت ہے جو قانون کے مطابق ہو۔قانون کے خلاف حکم دینے کا نہ انہیں حق پہنچتا ہے اور نہ کسی کو اس کی اطاعت کرنی چاہیے۔قرآن مجید میں خود رسول اللہ ﷺ کی بیعت کو بھی اطاعت فی المعروف کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے حالانکہ آپ کی طرف سے کسی معصیت کا حکم صادر ہونے کا

کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

''اور یہ کہ وہ کسی امر معروف میں آپ کی نافرمانی نہ کریں گی۔'' (الممتحنہ:۱۲)

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

''ایک مسلمان پر اپنے امیر کی سمع و اطاعت فرض ہے اس کا حکم پسند ہو یا نہ ہو تاوقتیکہ اسے معصیت کا حکم نہ دیا جائے اور جب معصیت کا حکم دیا جائے تو پھر کوئی سمع و طاعت نہیں۔''

''اللہ کی نافرمانی میں کوئی اطاعت نہیں ہے۔ اطاعت صرف معروف میں ہے۔''

یہ مضمون نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بکثرت ارشادات میں مختلف طریقوں سے نقل ہوا ہے کہیں آپ ﷺ نے فرمایا (جو اللہ کی نافرمانی کرے اس کے لئے کوئی اطاعت نہیں) کہیں فرمایا (خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کے لئے کوئی اطاعت نہیں) کہیں فرمایا (جو اللہ کی اطاعت نہ کرے اس کے لیے کوئی اطاعت نہیں) کہیں فرمایا (حکام میں سے جو کوئی تمہیں کسی معصیت کا حکم دے اس کی اطاعت نہ کرو)۔

حضرت ابوبکرؓ اپنے ایک خطبہ میں فرماتے ہیں:

''جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے معاملات میں سے کسی معاملے کا ذمہ دار بنایا گیا اور پھر اس نے لوگوں کے درمیان کتاب اللہ کے مطابق کام نہ کیا اس پر اللہ کی لعنت۔''

اسی بنا پر خلیفہ ہونے کے بعد انہوں نے اپنی پہلی ہی تقریر میں یہ اعلان کر دیا تھا کہ:

''میری اطاعت کرو جب تک میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتا رہوں اور جب میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کروں تو میری کوئی اطاعت تم پر نہیں ہے۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''مسلمانوں کے فرمانروا پر یہ فرض ہے کہ وہ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق

فیصلہ کرے اور امانت ادا کرے۔ پھر جب وہ اس طرح کام کر رہا ہو تو لوگوں پر یہ فرض ہے کہ اس کی سنیں اور مانیں اور جب انہیں پکارا جائے تو لبیک کہیں۔“

ایک مرتبہ حضرت علیؓ نے اپنے خطبہ میں اعلان فرمایا:

”میں اللہ کی فرماں برداری کرتے ہوئے تم کو جو حکم دوں اس کی اطاعت تم پر فرض ہے خواہ وہ حکم تمہیں پسند ہو یا نہ ہو۔ اور جو حکم میں تمہیں اللہ کی نافرمانی کرتے ہوئے دُوں تو معصیت میں کسی کے لئے اطاعت نہیں اطاعت صرف معروف میں ہے، اطاعت صرف معروف میں ہے، اطاعت صرف معروف میں ہے۔“

7۔ اقتدار کی طلب وحرص کا ممنوع ہونا

یہ قاعدہ بھی اس ریاست کے قواعد میں سے تھا کہ حکومت کے ذمہ دارانہ مناصب کے لئے عموماً اور خلافت کے لیے خصوصاً وہ لوگ سب سے زیادہ غیر موزوں ہے جو خود عہدہ حاصل کرنے کے طالب ہوں اور اس کے لئے کوشش کریں قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”وہ آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کو دیں گے جو زمین میں نہ اپنی بڑائی کے طالب ہوتے ہیں اور نہ فساد برپا کرنا چاہتے ہیں۔“ (القصص:83)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

”بخدا ہم اپنی اس حکومت کا منصب کسی ایسے شخص کو نہیں دیتے جو اس کا طالب ہو یا اس کا حریص ہو۔“

”تم میں سب سے بڑھ کر خائن ہمارے نزدیک وہ ہے جو اسے خود طلب کرے۔“

’’ہم اپنی حکومت میں کسی ایسے شخص کو عامل نہیں بناتے جو اس کی خواہش کرے۔‘‘

’’(عبدالرحمٰنؓ بن سمرہ سے حضورﷺ نے فرمایا) اے عبدالرحمٰن بن سمرہ امارت کی درخواست نہ کرو کیونکہ اگر وہ تمہیں مانگنے پر دی گئی تو اللہ کی طرف سے تم کو اسی کے حوالہ کردیا جائے گا۔اور اگر وہ تمہیں بے مانگے ملی تو اللہ کی طرف سے تم کو اس کا حق ادا کرنے میں مدد دی جائے گی۔‘‘

8۔ریاست کا مقصد وجود

اس ریاست میں حکمران اور اس کی حکومت کا اولین فریضہ یہ قرار دیا گیا تھا کہ وہ اسلامی نظامِ زندگی کو کسی ردوبدل کے بغیر جُوں کا تُوں قائم کرے اور اسلام کے معیارِ اخلاق کے مطابق بھلائیوں کو فروغ دے اور برائیوں کو مٹائے۔قرآنِ مجید میں اس ریاست کا مقصدِ وجود یہ بیان کیا گیا ہے کہ:

’’یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اگر ہم زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں گے اور زکوٰۃ دیں گے اور نیکی کا حکم دیں گے اور بدی سے روکیں گے۔‘‘(الحج:۴۱)

اور یہی قرآن کی رُو سے امت مسلمہ کا مقصد وجود بھی ہے:

’’اور اس طرح ہم نے تم کو ایک بیچ کی امت (یا راہِ اعتدال پر قائم رہنے والی امت) بنادیا تا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور رسولﷺ تم پر گواہ۔‘‘(البقرۃ:۱۴۳)

’’تم وہ بہترین امت ہو جسے لوگوں (کی اصلاح وہدایت) کے لیے نکالا گیا ہے۔تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو‘‘(آلعمران:110)

علاوہ بریں جس کام پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ سے پہلے کے تمام انبیاء مامور تھے وہ قرآن مجید کی رُو سے یہ تھا کہ ''دین کو قائم کرو اور اس میں متفرق نہ ہو جاؤ'' (الشوریٰ:۱۳) غیر مسلم دنیا کے مقابلے میں آپ ﷺ کی ساری جدوجہد صرف اس غرض کے لیے تھی کہ ''دین پورا کا پورا صرف اللہ کے لیے ہو جائے۔'' (الانفال:39) اور تمام انبیاء کی امتوں کی طرح آپ ﷺ کی امت کے لئے بھی اللہ تعالیٰ کا حکم یہ تھا کہ:

''وہ یکسو ہو کر اللہ کی بندگی کریں' اپنے دین کو اسی کے لئے خالص کرتے ہوئے۔'' (البینہ:۵) اس لیے آپ ﷺ کی قائم کردہ ریاست کا اصل کام ہی یہ تھا کہ دین کے پورے نظام کو قائم کرے' اور اس کے اندر کوئی ایسی آمیزش نہ ہونے دے جو مسلم معاشرے میں دو رنگی پیدا کرنے والی ہو۔ اس آخری نکتے کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب اور جانشینوں کو سختی کے ساتھ متنبہ فرمادیا کہ:

''جو شخص ہمارے اس دین میں کوئی ایسی بات نکالے جو اس کی جنس سے نہ ہو اس کی بات مردود ہے۔''

''خبردار! نرالی باتوں سے بچنا' کیونکہ ہر نرالی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی۔''

''جس نے کسی بدعت نکالنے والے کی توقیر کی اس نے اسلام کو منہدم کرنے میں مدد دی۔''

اسی سلسلے میں آپ کا یہ ارشاد بھی ہمیں ملتا ہے کہ تین آدمی اللہ کو سب سے زیادہ ناپسند ہیں اور ان میں سے ایک وہ شخص ہے جو ''اسلامی جاہلیت کا کوئی طریقہ چلانا چاہے۔''

9۔امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا حق اور فرض

اسلامی ریاست کے قواعد میں سے آخری قاعدہ جو اس کو صحیح راستے پر قائم رکھنے کا

ضامن تھا‘ یہ تھا کہ مسلم معاشرے کے ہر فرد کا نہ صرف یہ حق ہے بلکہ یہ اس کا فرض بھی ہے کہ کلمہ حق کہے‘ نیکی اور بھلائی کی حمایت کرے اور معاشرے یا مملکت میں جہاں بھی غلط اور ناروا کام ہوتے نظر آئیں ان کو روکنے میں اپنی امکانی حد تک پوری کوشش صرف کردے۔قرآن مجید کی ہدایات اس باب میں یہ ہیں:

’’نیکی اور تقوی میں میں تعاون کرو اور گناہ اور زیادتی میں تعاون نہ کرو۔‘‘ (المائدہ:۲)

’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ سے ڈرو اور درست بات کہو۔‘‘ (الاحزاب:70)

’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! انصاف پر قائم رہنے والے اور اللہ کے لئے گواہی دینے والے بنو‘ خواہ تمہاری گواہی خود تمہارے اپنے خلاف‘ یا تمہارے والدین یا قریبی رشتے داروں کے خلاف پڑے۔‘‘ (النساء:135)

’’منافق مرد اور عورتیں ایک تھیلی کے چٹے بٹے ہیں وہ برائی کا حکم دیتے اور بھلائی سے روکتے ہیں......اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے ساتھی ہیں وہ بھلائی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہیں۔‘‘ (التوبہ:71-67)

قرآن میں اہلِ ایمان کی امتیازی صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ:

’’نیکی کا حکم دینے والے‘ بدی سے منع کرنے والے اور اللہ کے حدود کی حفاظت کرنے والے ہیں۔‘‘ (التوبہ:112)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اس معاملہ میں یہ ہیں:

’’تم میں سے جو شخص کوئی برائی دیکھے اسے چاہیے کہ اس کو ہاتھ سے بدل دے اگر ایسا نہ کرسکے تو زبان سے روکے‘ اگر یہ بھی نہ کرسکے تو دل سے برا سمجھے اور روکنے کی خواہش رکھے اور یہ

ایمان کا ضعیف ترین درجہ ہے۔''

''پھر ان کے بعد نالائق لوگ ان کی جگہ آئیں گے۔ کہیں گے وہ باتیں جو کریں گے نہیں اور کریں گے وہ کام جن کا انہیں حکم نہیں دیا گیا ہے۔ پس جو ان کے خلاف ہاتھ سے جہاد کرے وہ مومن ہے' اور جو ان کے خلاف زبان سے جہاد کرے وہ مومن ہے اور جو ان کے خلاف دل سے جہاد کرے وہ مومن ہے' اوراس سے کم تر ایمان کا ذرہ برابر بھی کوئی درجہ نہیں ہے۔''

''سب سے افضل جہاد ظالم حکمران کے سامنے انصاف کی (یا حق کی) بات کہنا ہے۔''

''لوگ جب ظالم کو دیکھیں اوراس کے ہاتھ نہ پکڑیں تو بعید نہیں کہ اللہ ان پر عذابِ عام بھیج دے۔''

''میرے بعد کچھ لوگ حکمران ہونے والے ہیں۔ جو ان کے جھوٹ میں ان کی تائید کرے اور اُن کے ظلم میں ان کی مدد کرے وہ مجھ سے نہیں اور میں اُس سے نہیں۔''

''عنقریب تم پر ایسے لوگ حاکم ہوں گے جن کے ہاتھ میں تمہاری روزی ہوگی۔ وہ تم سے بات کریں گے تو جھوٹ بولیں گے اور کام کریں گے تو برے کام کریں گے وہ تم سے اس وقت تک راضی نہ ہوں گے جب تک تم ان کی برائیوں کی تعریف اوران کے جھوٹ کی تصدیق نہ کرو۔ بس تم ان کے سامنے حق پیش کرو جب تک وہ اسے گوارا کریں۔ پھر اگر وہ اس سے تجاوز کریں تو جو شخص اس پر قتل کیا جائے وہ شہید ہے۔''

''جس نے کسی حاکم کو راضی کرنے کے لئے وہ بات کی جو اس کے رب کو ناراض کر دے وہ اللہ کے دین سے نکل گیا۔''

کیا ہمارا آخرت پر یقین ہے

﴿سورۃ الواقعہ کی آیات 57 تا 67 کی روشنی میں﴾

......محترم شجاع الدین شیخ

قرآن حکیم کا یہ سادہ انداز ہے کہ وہ بندوں کو ان کی تخلیق پر غور وفکر کی دعوت دیتا ہے اور یہ بتاتا ہے کہ تم پیدا کیے گئے ہو' تمہارا کوئی خالق ہے' تمہارا کوئی پیدا کرنے والا ہے اور وہی تمہارا معبود بھی ہے۔ تم از خود پیدا نہیں ہو گئے اور جس نے تمہیں پیدا فرمایا وہ موت دینے پر بھی قادر ہے اور جو موت دے گا وہ دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہے۔ پھر تخلیق کائنات پر قرآن حکیم غور وفکر کی دعوت دیتا ہے کہ اس کائنات کی تخلیق پر غور وفکر کرو گے تو تمہیں مقصدیت نظر آئے گی۔ ہر شے اللہ تعالیٰ نے بامقصد بنائی ہے۔ پھر قرآن حکیم یہ بتاتا ہے کہ اس کائنات کو اگر بامقصد بنایا گیا ہے اور نظام کائنات ایسے تخلیق کیا گیا ہے کہ تمہاری زندگی اس زمین پر برقرار رہ سکے تو کیسے ممکن ہے کہ تمہاری تخلیق بے مقصد ہو۔ تم اس دنیا میں بھیجے گئے ہو آخرت کی تیاری کے لیے۔ یہ وہ بنیادی موضوعات ہیں جو قرآن حکیم کی اکثر مکی سورتوں میں ہمارے سامنے آتے ہیں۔ زیرِ مطالعہ آیات میں بھی اسی انداز سے اللہ تعالیٰ انسان کو غور وفکر کی دعوت دے رہا ہے۔ فرمایا:

﴿نَحۡنُ خَلَقۡنٰکُمۡ فَلَوۡلَا تُصَدِّقُوۡنَ ﴿57﴾﴾ (الواقعہ: 57)

''ہم نے تمہیں پیدا کیا ہے' تو تم لوگ تصدیق کیوں نہیں کرتے؟''

﴿اَفَرَءَیۡتُمۡ مَّا تُمۡنُوۡنَ ﴿58﴾﴾ (الواقعہ: 58)

''کیا تم نے کبھی غور کیا اس پر جو (منی) تم ٹپکا دیتے ہو؟''

﴿ءَ اَنۡتُمۡ تَخۡلُقُوۡنَہٗۤ اَمۡ نَحۡنُ الۡخٰلِقُوۡنَ ﴿59﴾﴾ (الواقعہ: 59)

''کیا اس کی تخلیق تم کرتے ہو یا ہم تخلیق کرنے والے ہیں؟''

نہ ماننے والوں کو سمجھانے کا ایک سادہ انداز اختیار کیا گیا۔ اگر ہم نے خود اس کو نہیں بنایا ہے تو ظاہر ہے کوئی ہے جو اس کو بنانے والا ہے۔ لہٰذا اُس کو مان لینا ہی بہتر ہے۔ اگر وہ پہلی دفعہ پیدا کر سکتا ہے تو دوسری دفعہ بھی پیدا کر سکتا ہے۔ جیسے آگے فرمایا:

﴿نَحۡنُ قَدَّرۡنَا بَیۡنَکُمُ الۡمَوۡتَ وَمَا نَحۡنُ بِمَسۡبُوۡقِیۡنَ ۝ عَلٰۤی اَنۡ نُّبَدِّلَ اَمۡثَالَکُمۡ﴾ (الواقعہ: 60,62)

''ہم نے تمہارے مابین موت کو ٹھہرا دیا ہے اور ہم اس سے عاجز نہیں ہیں کہ تمہاری مثل بدل کر لائیں۔''

﴿وَنُنۡشِئَکُمۡ فِیۡ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ۝﴾ (الواقعہ: 61)

''اور تمہیں ایسی تخلیق میں اٹھائیں جسے تم نہیں جانتے!''

اللہ قادر ہے کہ تمہیں موت دے دے اور اللہ قادر ہے کہ تمہیں مٹا کر کسی اور قوم کو لے آئے۔ وہ اس پر بھی قادر ہے کہ تمہیں کسی اور شکل وصورت میں اُٹھا کھڑا کرے اور دوبارہ تمہاری تخلیق ایسی مادے سے ہو جس کو تم نہ جانتے ہو۔ جیسا کہ عالم ازل میں ہم تھے۔ فرمایا:

﴿وَلَقَدۡ عَلِمۡتُمُ النَّشۡاَۃَ الۡاُوۡلٰی﴾ (الواقعہ: 62)

''اور تم (اپنی) پہلی زندگی کے بارے میں تو جانتے ہی ہو''

﴿فَلَوۡلَا تَذَکَّرُوۡنَ ۝﴾ (الواقعہ: 62)

''تو پھر تم سمجھتے کیوں نہیں ہو؟''

ہماری زندگی کی ابتدا عالم ارواح میں ہوئی تھی جب اللہ تعالیٰ نے ارواح سے اپنے رب ہونے کا اقرار لیا تھا۔ سورۃ الاعراف کی آیت **172** میں اشارۃً بات آتی ہے۔ زندگی وہاں سے شروع ہوئی تھی اور اب آخرت میں جا کر اصل ٹھکانا ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اہل جنت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جنّت میں رہیں گے اور خوش رہیں گے اور اہل دوزخ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہیں گے اور مبتلائے عذاب رہیں گے۔'' (صحیح مسلم)

اس دنیا میں موت کے آنے کے بعد سے لے کر قیامت کے برپا ہونے تک بہت طویل عرصہ ہے۔ جب کہ دنیا کا معاملہ بہت تھوڑا سا ہے۔ اللہ بہتر جانتا ہے میرے کتنے سانس رہتے ہیں، آپ کے کتنے رہتے ہیں۔ اس پورے تسلسل میں دیکھیں کہ عالم ارواح سے جو زندگی شروع ہوئی، اس کے بعد موت آئی پھر اس دنیا میں اپنے وقت پر بندہ پیدا ہوا تھا درمیان میں کتنا وقفہ تھا، اس دنیا میں پھر موت آئے گی اور پھر طویل وقفے کے بعد دوبارہ آخرت میں اُٹھایا جائے گا آئے گا۔ اس پورے تسلسل زندگی میں یہ دنیا کی زندگی ایک بہت معمولی سا پیریڈ ہے، ایک چھوٹا سا سٹاپ اوور ہے لیکن یہ اہم ترین اس لئے ہے کہ کل کی ہمیشہ کی زندگی کے نتائج کا انحصار اس دنیا میں کیے گئے اعمال پر ہے۔ بقول شاعر

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

اللہ ہمیں یقین عطا فرمائے لیکن غور وفکر کرنا چاہیے کہ کیا ہمارے معاملات اللہ کے ساتھ اور بندوں کے ساتھ ٹھیک ہیں؟ ہم سے جو دین اسلام کے تقاضے ہیں کیا وہ ہم پورے کر رہے ہیں؟ بہرحال فرمایا کہ:

﴿وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰی﴾(الواقعہ:62)

''اور تم (اپنی) پہلی زندگی کے بارے میں تو جانتے ہی ہو''

﴿فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ٥﴾(الواقعہ:62)

''تو پھر تم سمجھتے کیوں نہیں ہو؟''

اس دنیا میں آنے سے پہلے بھی ہمیں ایک زندگی عطا کی گئی۔ پھر دوبارہ اس دنیا میں پیدا فرمایا گیا۔ یہاں ہمارا امتحان ہو رہا ہے۔ جو اللہ پہلی بار پیدا کر سکتا ہے وہ دوبارہ بھی زندہ کر سکتا ہے۔ اس میں ہمارے لئے توحید کے دلائل بھی ہیں اور آخرت کا تذکرہ بھی ہے۔ یہ آخرت کا بیان ساتھ ساتھ چل رہا ہے۔ انسان کو اللہ نے پیدا کر کے چھوڑ نہیں دیا۔ زمین بنائی ہے،

سجائی ہے' وسائل رکھے ہیں تاکہ اس زمین پر بندوں کی زندگی کا معاملہ آسانی کے ساتھ آگے بڑھ سکے۔ اسی حوالے سے مزید غوروفکر کی دعوت دی جارہی ہے تاکہ ہم غوروفکر کریں اور اپنی اُخروی زندگی کے بارے میں سوچیں اور اس کے لیے تیاری کریں۔ فرمایا۔

﴿اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ؈ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ؈ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ؈ اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ؈ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ؈﴾ (الواقعہ: 37-63)

''کیا تم نے کبھی غور کیا کہ یہ بیج جو تم بوتے ہو؟ کیا تم اسے اُگاتے ہو یا ہم اُگانے والے ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو اُسے چورا چورا کر دیں' پھر تم بیٹھے رہو باتیں بناتے ہوئے۔ (کہ لو جی!) ہم پر تو بڑا تاوان پڑ گیا۔ بلکہ ہم تو بالکل ہی محروم ہو کر رہ گئے۔''

ایک کسان اتنی محنت کر کے کھیتی کی زمین کو تیار کرتا ہے پھر اس میں بیج بوتا ہے اس اُمید پر کہ اس بیج سے فصل اُگے گی۔ کسان تو بیج بو کر زمین کو برابر کر دیتا ہے۔ اس کے بعد کون ہے جو اس بیج کی آبیاری کر رہا ہے؟ نشوونما کر رہا ہے؟ پروٹیکشن کر رہا ہے؟ اس کو کونپل بننے کی طاقت دے رہا ہے اور وہ کونپل کہ جس کو تم پھونک مارو تو ہل جائے مگر اُسی کونپل کو زمین کو پھاڑنے کی طاقت کون دے رہا ہے۔ کون اس کو پودا بننے کی صلاحیت عطا کر رہا ہے اور کون اس بیج سے فصل کے اُگانے کا اہتمام کر رہا ہے؟ یہ سوال اللہ تعالیٰ کر رہا ہے' یہ بڑا اجلالی انداز ہے۔ کسان اگر اللہ کو ماننے والا ہے تو وہ بھی دعا کرتا ہوگا: یا اللہ آندھی طوفان نہ آجائے' یا اللہ تیز بارش نہ آجائے۔ کسان تو بس اتنا ہی کر سکتا ہے۔ ذرا غور کریں اور پھر اللہ تعالیٰ کی شان کریمی بھی دیکھیں اور اس کی قدرت کے نظارے بھی دیکھیں۔ ایک جیسی زمین ہوتی ہے' ایک ہی سورج کی شعائیں اس پر پڑتی ہیں' ایک جیسی روشنی' ایک جیسی بارش' لیکن پھلوں کا ذائقہ اپنا اپنا' رنگ مختلف' شکل وصورت مختلف۔ یہ سب کون کر رہا ہے؟ کس نے بیج کو ان سب باتوں کی صلاحیت دی ہے؟ کیا اس میں خالق کائنات کی قدرت کے نظارے موجود نہیں ہیں۔

اللہ کو پہچاننے کے لئے کوئی سات آسمانوں پر جانے کی ضرورت نہیں' اللہ نے یہاں تمہاری نگاہوں کے سامنے ساری نشانیاں رکھ دی ہیں۔ جو تم کھاتے ہو اور جو تم استعمال کرتے ہو اس کے ایک ایک ذرے کے اندر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی نشانیاں رکھی ہوئی ہیں۔

﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ o﴾ (الرحمٰن: 13)

''تو تم دونوں (گروہ) اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں اور قدرتوں کا انکار کرو گے؟''

یہ قرآن پاک کا وہ سادہ انداز ہے جو چودہ صدیاں پہلے کے بدو کو بھی غور وفکر کی دعوت دیتا تھا آج ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم زیادہ ترقی یافتہ (Advance) دور میں رہ رہے ہیں اور ہمارے پاس ٹیکنالوجی بھی بہت زیادہ ہوگئی ہے' ہمارے ریسرچ کے وسائل بھی بہت زیادہ ہوگئے ہیں لیکن اس سب کے باوجود اگر ہمارا اللہ پر ایمان اور یقین نہیں بنا' آخرت پر ہمارا یقین نہیں ہے تو اس سارے علم کا کوئی فائدہ نہیں' یہ ساری ریسرچ بے کار ہے۔ ایک بہت بڑا سائنسدان آئزک مرا۔ مرنے سے پہلے اس سے پوچھا گیا کہ تیرے مرنے کے بعد کیا ہوگا تو اس نے جواب دیا کہ کچھ بھی نہیں ہوگا۔ اس ساری ترقی اور ریسرچ کے باوجود اگر ایسے لوگوں کو یہ علم نہیں ہوا کہ اس کائنات کو بنانے والا کوئی ہے' اس کا نظام چلانے والا کوئی ہے تو پھر اس ساری ترقی اور ریسرچ کا کیا فائدہ ۔جب آپ کی آخرت نہیں بنی' جس امتحان کے لیے اس دنیا میں بھیجا گیا تھا اس امتحان میں آپ پاس نہ ہوسکے تو بڑی سے بڑی سائنس کی یونیورسٹی سے بھی ڈگری حاصل کرلی تو اس کا کیا فائدہ۔ اگر ان کو اللہ نہیں ملا' خالق کائنات نہیں ملا تو ان کی جہالت اور صدیوں پہلے کی جہالت میں کیا فرق ہے؟

اللہ تعالیٰ نے یہ قرآن اسی جہالت سے نکالنے کے لیے بھیجا ہے اور یہ ہمیں کتنی خوبصورتی کے ساتھ اور کس قدر سادہ انداز میں سمجھ آرہا ہے' ہمیں انسانی تخلیق پر' کائنات کی تخلیق پر' نباتات کی تخلیق پر غور کرنے کی دعوت دے رہا ہے کہ تم نہ تھے تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں بنا دیا۔ دوبارہ بنانا اس کے لئے مشکل نہیں ہے۔ عدم سے وجود میں لے کر آیا' تم نہ تھے تو تمہیں وجود میں لے کر آیا' دوبارہ پیدا کرنا' دوبارہ وجود میں لانا کون سا مشکل ہے۔

دنیا کی ایجادات کے تناظر میں دیکھ لیجئے۔ گراہم بیل نے فون ایجاد کیا' پہلی بار اس کو ایجاد کرنا کتنا مشکل تھا' اس کے بعد دوبارہ بنانا' اس کو فالو کرنا' کاپی کرنا کوئی مشکل بات نہیں۔ ذرا سوچیے رب کائنات کے لئے کسی چیز کو دوبارہ پیدا کرنا کیوں مشکل ہوگا؟

یہ دلائل تو کافروں کے لیے ہیں' ہم اللہ پر ایمان رکھتے ہیں' ہم قرآن پاک کی ایک ایک آیت کو مانتے ہیں' کسی ایک آیت کا انکار کر دیں تو مسلمان نہیں رہ سکتے۔ ہمیں بھی تو موت آنی ہے' ہمیں بھی تو دوبارہ اللہ پیدا فرمائے گا' کیا بحیثیت مسلمان ہم آخرت کے حساب کتاب کے لیے تیار ہیں؟ کیا موت کے بعد نئی زندگی کے لیے تیار ہیں؟ سچ بات تو یہ ہے کہ ہم موت سے آنکھیں چرا لیتے ہیں کہ ابھی تو ہم نے زندگی کی بہاریں دیکھنی ہیں' ابھی تو بچوں کی بہاریں دیکھنی ہیں' بلکہ بچوں کے بچوں کی بہاریں دیکھنی ہیں۔ حالانکہ ہم روز جنازوں میں شریک ہوتے ہیں' بوڑھوں کے جنازوں میں بھی شریک ہوتے ہیں' بچوں کے جنازوں میں بھی شریک ہوتے ہیں۔ کیا ان مرنے والوں کے خواب نہیں تھے؟ تو پھر ہم کس غلط فہمی میں مبتلا ہیں؟ کیا کل کی پیشی کا ہمیں یقین ہے؟ ہم سے بھی سوالات کیے جائیں گے زندگی کے بارے میں بھی' جوانی کے بارے میں بھی' مال کہاں سے کمایا' کہاں خرچ کیا' علم جو اللہ نے عطا کیا اس پر کتنا عمل کیا؟ اللہ کی نعمتوں کے بارے میں بھی سوال ہوگا' نماز کے بارے میں بھی سوال ہوگا' قرآن جیسی نعمت کے بارے میں بھی سوال ہوگا' ہمیں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی بنایا گیا' اس عظیم نعمت کے بارے میں بھی سوال ہوگا' ہمیں کامل دین عطا ہوا' اس کے نفاذ کے لئے جدوجہد کرنا ہماری دینی ذمہ داری ہے اس کے بارے میں بھی پوچھا جائے گا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا ہم تیار ہیں؟

آج ہماری عظیم اکثریت کے شب و روز جن مشاغل میں گزرتے ہیں' جو ہمارا کردار' رویئے معاملات ہیں اور جس بے باکی کے ساتھ مسلم معاشروں میں اللہ کے احکام توڑے جا رہے ہیں اس سے تو ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارا آخرت پر یقین ہی نہیں ہے۔ زیر مطالعہ آیت میں کفار کو جھنجھوڑا جا رہا ہے' ان کے لیے آخرت کے دلائل پیش کئے جا رہے ہیں ہیں۔ ہم تو مسلمان ہیں لیکن آج ہمارا حال کیا ہے۔ بقول شاعر ؎

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود

یہ مسلمان ہے جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

آج دیکھ لیجئے ایک ہندو کی شادی میں اور ایک مسلمان کی شادی میں کوئی خاص فرق نہیں رہا سوائے اس کے کہ وہ جنتر منتر پڑھتے ہیں، ہم اللہ کا نام لیکر نکاح کرتے ہیں۔ الحمدللہ اللہ کا نام لے لیتے ہیں لیکن اس کے بعد اور اس سے پہلے کیا کرتے ہیں وہی بے پردگی، وہی ناچ گانے، وہی بے حیائی کا طوفان وہاں پر بھی دکھائی دیتا ہے اور یہاں پر بھی موجود ہے۔ **14** فروری کو ویلنٹائن ڈے کے نام پر فحاشی اور بے حیائی کا جو طوفان غیر مسلم معاشروں میں ہوتا ہے وہی ہمارے کونے کھدروں میں بھی کہیں کہیں نظر آجاتا ہے۔ بڑے بڑے بازاروں کی کچھ دکانیں لال لال ہو جاتی ہیں۔ تو پھر کیا فرق ہوا سوائے اس کے کہ وہ کلمہ گو نہیں ہیں جب کہ ہم کلمہ گو ہیں؟ تہذیب کے اعتبار سے جو حرکتیں ادھر ہیں وہ ادھر بھی ہیں۔ ڈریس کوڈ اور لباس کے معاملات جو غیروں میں ہیں وہ ہمارے معاشرے میں بھی ہیں۔ کیا یہ اللہ کو ماننے والوں کا معاشرہ ہے؟ اگر ماننے والوں کا معاشرہ ہے تو کوئی تو فرق نظر آئے۔

آج جن مسائل میں ہم اُلجھے ہوئے ہیں اور جن ایشوز کو ہم اپنے اصل ایشوز سمجھ رہے ہیں وہ تو ہمارے اصل ایشوز ہیں ہی نہیں۔ یہ دنیا کے مال و اسباب تو ضمنی چیزیں ہیں ہمارا مسئلہ آخرت ہے۔ ہم مسافر ہیں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

”دنیا میں ایسے رہو جیسے اجنبی ہو یا راہ چلتا مسافر۔“

یعنی یہ تمہارا اصل ٹھکانہ نہیں ہے یہاں راہ چلتے ہیں مسافر کی طرح رہو۔ البتہ یہ اہم اس لیے ہے کہ کل جو کچھ ہم پر بیتنا ہے، جو کچھ پیش آنا ہے ان سارے نتائج کے لیے محنت کا موقع اس دنیا میں اللہ نے ہمیں دے دیا ہے۔ اس موقع سے فائدہ اٹھانا اصل دانش اور حکمت ہے۔ یہ ہے قرآن کا وہ اسلوب جس میں اللہ تعالی اپنے بندوں کو غور وفکر کی دعوت دیتا ہے۔ اللہ تعالی ہمیں اپنی ذات پر یقین اور اپنی نعمتوں کی قدر کرنے اور ان کا شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور آخرت کی فکر اور تیاری کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین!

اسلامی تہذیب کا انحطاط اور مغربیت کا فروغ!

سعداللہ سعدی......

تہذیب کا لغوی معنی ہے آراستہ کرنا' پاک کرنا' کسی چیز کی اصلاح کرنے کے معنی میں ہے۔ اصطلاح میں تہذیب انسان کا اپنی ذہنی اور اخلاقی قوتوں کو ترتیب دینا اور انہیں کام میں لانا' جماعتوں کی تہذیب' افراد کی محنت وصلاحیت' ذوقِ فکر کی پیدا کی ہوئی چیزوں کا مجموعہ تہذیب کہلاتی ہے۔ ثقافت لغت میں تہذیب وتمدن' تربیت' ذہنی طریقے' ظہورِ انسانیت اور رکھ رکھاؤ کے ہیں۔ اصطلاح میں انسانوں کے طریقِ زندگی کا نام ثقافت ہے۔ بالفاظ دیگر فاسد کی اصلاح اور ٹیڑھے پن کو سیدھا کرنا ثقافت ہے۔

انسان کی تمدنی زندگی اور اجتماعی زندگی کے لیے تہذیب ایک فطری اور ابدی چیز ہے' دو آدمیوں کے باہمی ملاپ سے جو بچہ عالم وجود میں آتا ہے اس کے پروان چڑھنے کے لیے ماں کی گود ضروری ہے۔ نیز اس کی نشو ونما کے لیے خاندان معاشرہ اور تعلیم گاہ بھی ضروری ہے۔ مدنیت انسان کی فطرت ہے اور تہذیب اس کی اساس ہے۔ تہذیب ایک ایسا گہوارہ ہے جس میں انسانیت پروان چڑھتی ہے' انسان کا تشخص قائم ہوتا ہے۔ اس کے لیے ترقی کی راہیں سہل ہوتی ہیں۔

تہذیبوں میں سب سے عالمگیر تہذیب اسلامی تہذیب ہے' اس لیے کہ اس تہذیب نے اقوام عالم کو علوم وفنون' عقائد واخلاقیات' فلسفہ وحکمت اور خاص کر معرفتِ الٰہی اور عشقِ نبویؐ جیسی عظیم صفات سے مالا مال کیا ہے۔ اسلامی تہذیب کی بنیاد عقیدہ توحید' عقیدہ رسالت اور عقیدہ آخرت پر قائم ہے' جہاں کہیں مسلمان بستے ہوں ہر مسلمان کا یہی عقیدہ اور ایمان ہے' پھر اس تہذیب کے لیے اپنے اصول' ضوابط اور قوانین ہیں۔ اسلامی تہذیب میں مسلمان تو کیا کافر اور لا مذہب پڑوسی کو بھی مکمل حق دیا گیا ہے۔ انسان تو اپنی جگہ حیوانات حتیٰ کہ حشرات الارض پر بھی ظلم اور ناروا سلوک ناجائز قرار دیا گیا ہے۔ یہاں کسی خطرے کا کوئی خطرہ نہیں' مگر یہ اسلامی تہذیب

ہمیشہ باطل کی آنکھوں میں کانٹے کی طرح کھٹکتی رہی ہے۔

جب سے انگریز کا ناپاک قدم برصغیر اور دیگر اسلامی مملکتوں میں پڑا ہے‘ اس سے ایک ایسا تلاطم خیز طوفان اٹھ کھڑا ہوا ہے‘ جس سے ہر سکون بے سکون ہونے لگا ہے‘ ہر حرکت میں تیزی آئی ہے۔ انسانوں سے انسانیت نکلتی جا رہی ہے‘ حیوانیت اور درندگی کی صفات انسانوں میں جگہ لے رہی ہیں۔ اس دن سے اسلامی تہذیب کو ایک قدیم اور قابلِ اصلاح تصور کیا جانے لگا ہے۔ انہوں نے مسلمانوں اور اسلامی تہذیب کے کارہائے نمایاں کو پروپیگنڈے کے ذریعے گرد آلود کرنے کی مقدور بھر کوشش کی‘ طاغوتی جھکڑ ہمیشہ حق کے فانوس کو گل کرنے کے لیے سرگرمِ کار رہے ہیں‘ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اسلام کو پھلتا‘ پھولتا اور پھیلتا دیکھ کر بدہضمی ہو جاتی ہے۔ انہوں نے جابجا ایسے لٹریچر اور کتابچے شائع کروائے جس میں اسلامی تہذیب کا جنازہ نکالا گیا تھا‘ تہذیب و اخلاق کو بگاڑنے والے افکار و خیالات کا ایسا مجموعہ‘ ایسا عجیب و غریب معجونِ مرکب تیار کیا تھا جو نوجوانوں کے دماغوں کو سخت بے چینی اور کشمکش میں مبتلا کرے‘ اس طرح تو بالغ نظر اور پختہ فکر افراد کے بگڑنے کا خطرہ ہوتا ہے چہ جائے کہ نرم و نازک شگوفوں کا جو ابھی کھلے نہیں لیکن ان ظالموں کا زیادہ زور ان ہی ناپختہ ذہن اور نوجوان طبقہ کو ورغلانے پر صرف ہوتا ہے۔

یہ بات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں کہ اہلِ مغرب نے مسلمانوں میں اپنی تہذیب کو جگہ دینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی‘ ہر ہر جگہ یہ غلیظ بیج بویا ہے‘ یہاں تک کہ ہمارے ارضِ مقدس حرمین شرفین کو بھی معاف نہیں کیا‘ سینما کھولے گئے‘ ڈانس کروائے گئے‘ ناچ گانوں کی محفلیں منعقد کروائی گئی‘ شراب و کباب کی مجلسیں بنائی گئیں‘ کون سی ایسی برائی ہے جو عرب دنیا نے نہیں اپنائی؟ اس لیے یہ جنگ تہذیبی جنگ ہے‘ یہ کوئی مذہبی یا فرقہ وارانہ لڑائی نہیں بلکہ ہر جگہ تہذیب تہذیب کے دست بہ گریباں ہے۔ ہم اگر پریشان ہیں تو کسی یہودی‘ عیسائی‘ ہندو‘ بدھ مت یا کسی مجوسی سے پریشان نہیں بلکہ ہم مغربی تہذیب سے پریشان ہیں جس کو مغربیت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اسی مغربیت کو لوہے کے چنے چبوانا ہماری ذمہ داری ہے اور یہی ہمارا فریضہ ہے۔

آج کل حقیقت میں ہمارا کسی خاص مذہب اور فرقے سے تقابل نہیں رہا بلکہ مغربیت جو عیسائی اور یہودی دنیا پر چھا گیا ہے اب اسلامی دنیا میں زبردستی لایا جارہا ہے۔ جس کے لیے مختلف قسم کے حربے اپنائے جاتے ہیں۔ وہ مختلف طریقوں سے نوجوان طبقے کو اپنی طرف کھینچنے کی تدابیر اپناتے ہیں، پیسوں کی لالچ، عورتوں کی لالچ، فحاشی و عریانی کی صورت میں، فلموں اور ڈراموں کے ذریعے اوران کا سب سے خطرناک اور زہریلا ہتھیار میڈیا ہے۔ جو آزادی کے نام پر اسلام اور اہلِ اسلام کے خلاف شترِ بے مہار بن کر کیا زہر نہیں اگلتے؟

کسی ملت، کسی معاشرہ، کسی تہذیب وتمدن اور کسی قوم وملک کی آخری پناہ گاہ ان کے علمائے کرام اور متدین لوگ ہوتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو اس قوم کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو بچانے کا گُر جانتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جو اس قوم کی ناؤ کو لہروں کے تھپیڑوں سے نکال کر کنارے لگا سکتے ہیں۔ خاص کر اگر وہ علمائے کرام، صاحب قلم اور صاحبِ زبان ہوں، تحریر اور تقریر کے شہسوار ہوں، تب ایسے مواقع پر ان کے لیے خاموشی کا روزہ رکھنا ایسا ہے جیسا کہ کسی جگہ ایک خطرناک آگ لگ رہی ہو اور وہ خاموش تماشائی بنا ہو یا اس کی مثال کسی اندھے کو گڑھے میں گرتے دیکھ کر سکوت اختیار کرنا ہے یا اس کی مثال کہیں کسی دودھ پیتے بچے کی طرف اژدھا پیش قدمی کر رہا ہو اور کوئی اس کو دیکھ کر بھی کوئی حرکت نہ کرتا ہو۔

آج لوگ ان تہذیبوں کے خلاف بولنے اور لکھنے سے ڈرتے ہیں کہ کہیں ہمیں یہ نشانہ نہ بنائے، مگر مردِ مومن کبھی بھی حق بات کہنے اور باطل کی تردید سے نہیں ڈرتا۔ آج ملک وقوم کو ان قلمکاروں، مضمون نگاروں، خطباء، ادباء، مقررین اور باشعور افراد کی ضرورت ہے جو اپنی تہذیب کا شعور اور دفاع کا ہنر جانتے ہوں اور یہ عام ضرورتوں کی طرح معمولی ضرورت بھی نہیں بلکہ اشد ضرورت ہے۔ اگر کوئی معاشرہ ان جیسے افراد سے خالی ہو تو وہ معاشرہ گنہگار ہے اور اگر کسی معاشرے میں ایسے افراد کی بہتات ہو مگر وہ اپنے فرائض بھول کر کسی لایعنی کام میں مشغول ہوں تب بھی یہی افراد گنہگار ہوں گے۔

ہماری دیگر تصانیف

نام کتاب	مصنف	قیمت
کتاب خلافت (پہلا ایڈیشن)	چودھری رحمت علی	50روپے
کتاب خلافت (دوسرا ایڈیشن)	چودھری رحمت علی	250روپے
جواز خلافت (اسلام انسانیت کا دین ہے)	چودھری رحمت علی	50روپے
خلافت ہمارے جملہ مسائل کا حل (کتابی شکل)	چودھری رحمت علی	50روپے
اسلام پر کیا گزری؟	چودھری رحمت علی	15روپے
شہادت علی الناس۔ ہمارا فرضِ منصبی	چودھری رحمت علی	20روپے
خلافت راشدہ	پروفیسر عبدالجبار شاکر	15روپے
عصرِ حاضر کے مسلمان اور اسلام	چودھری رحمت علی	20روپے
قرار دِ مقاصد میں وائرس	مہندس محمد اکرم خان سوری	125روپے
انسانیت کا دین؟ جمہوریت یا خلافت	ڈاکٹر نجم الدین	50روپے
الہ العالمین اور انسان	ڈاکٹر نجم الدین	250روپے

نوٹ:۔ پورا سیٹ -/800روپے میں مہیا کر دیا جائے گا۔ڈاک خرچہ بذمہ ادارہ

"سبق پھر پڑھ" کی جلدیں

جلد پنجم	جنوری 2005 تا دسمبر 2006
جلد ششم	جنوری 2007 تا دسمبر 2008
جلد ہفتم	جنوری 2009 تا دسمبر 2010
جلد ہشتم	جنوری 2011 تا دسمبر 2012
جلد نہم	جنوری 2013 تا دسمبر 2014
جلد دہم	جنوری 2015 تا دسمبر 2016

قیمت فی جلد -/250روپے
ڈاک خرچ بذمہ ادارہ

ملنے کا پتہ: دارُالسلام واپڈا ٹاؤن، لاہور۔فون 8425428 - 0300

Cell: 0300 - 8425428
Phone: 042 - 35187003
Fax: 042 - 35187003

Monthly
SABAQ PHIR PARRH
Lahore

Regd: CPL No. 91
Web: www.azmateislam.com
Email: khalafat@hotmail.com

ریاستِ مدینہ

حکومتِ وقت کی آج ریاستِ مدینہ کی طرز کی ریاست مسلمانانِ پاکستان بلکہ مسلمانانِ عالم کیلئے ایسی خوش کن صدائے سکون ہے کہ جس کی ٹھنڈک فرشتے بھی محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اسی خواہش کو وہ روح بھی محسوس کرتے ہونگے جو اللہ کے ہاں چلے گئے اس لیے کہ پاکستان کا وجود ہی اس غرض کیلئے معرضِ وجود میں آیا تھا۔ دعویٰ یہ کیا گیا تھا کہ ایک ایسی اسلامی ریاست کو معرضِ وجود میں لایا جائے گا جو قرآن وسنت کے کام کو بطور نمونہ کا پتہ دے گی۔

شاید یہ حقیقت ہمارے ذہن میں نہیں سماتی کہ ایسی ریاست صرف ایک ہی صورت میں وجود پذیر ہوسکتی ہے کہ انسان ساختہ آئین جو ہمارے ہاں اس وقت ہے کی بجائے قرآن وسنت کو آئینِ مملکت بنایا جائے۔ دورِ نبوت میں بھی مدینہ میں ایسی ریاست کبھی معرضِ وجود میں نہ آتی اگر 73ء کی طرح کا انسان ساختہ آئین بروئے کار لایا جاتا۔ دراصل مدینہ طرز کی ریاست کا نام لینے سے پہلے یہ اعلان ہونا چاہیے تھا کہ ہمارے ہاں مملکتِ عزیز میں قرآن وسنت بلکہ قرآن ہی آئینِ مملکت ہوگا کیونکہ قرآن میں خود سنت شامل ہے۔ اور تو اور محمد علی جناحؒ سے جب آئینِ پاکستان کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ ہمارے ہاں آئین چودہ سو سال پہلے کا یعنی قرآنِ مجید ہے۔ سخت غلطی پر ہے وہ جو ہمارے ہاں موجودہ یعنی اللہ ساختہ آئین کی بجائے انسان ساختہ آئین سے مدینہ کی سی ریاست قائم کرنے کی امید رکھے۔ قرآن وسنت کو آئینِ مملکت بنائے بغیر تا قیامت ایسا نہیں ہوسکتا۔ یہ سو بات کی ایک بات ہے۔ قرآن وسنت کو آئینِ مملکت بنائے بغیر مدینہ کی سی ریاست کو معرضِ وجود میں لانے کی خواہش ایسے ہی ہے جیسے کہ وضو کیے بغیر نماز کا ادا کرنا۔

الداعی الی الخیر:
تحریکِ عظمتِ اسلام دارالسلام، واپڈا ٹاؤن، لاہور
فون: 0300-8425428, 0321-4114584